جناب سلیم الحق صدیقی ۔ کراچی

عراق

بغاوتوں کی سرزمین

عراق کی سرزمین تاریخی طور پر مصر کی طرح ایک نہایت ہی قدیم سرزمین ہے۔ یہاں زمانہ قبل از مسیح بڑی بڑی تہذیبوں نے جنم لیا۔ نینوا، بابل اور اُر۔ ان عظیم تہذیبوں کے مراکز تھے، ایک تحقیق کے مطابق حضرت ابراہیمؑ جنوبی عراق کے مقام اُر میں ہی پیدا ہوئے۔ اور نمرود اسی علاقہ کا بادشاہ تھا۔ عراق کا قدیم نام میسوپوٹیمیہ MESOPOTEMIA ہے۔ اور عرب اسکو الجزیرہ کے نام سے پکارتے تھے۔ یہ ملک دریائے دجلہ اور فرات کی سرسبز وادیوں پر مشتمل ہے۔ ورنہ نصف سے زیادہ عراق ریگستان ہے جسکو صحرائے شام کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ یہ وہ ہی صحرا ہے۔ جہاں پر قبل از مسیح قوم اسرائیل پر عذاب نازل ہوا۔ اور وہ مدتوں اس صحرا میں بھٹکتے رہے۔ یہ ملک حضرت سیدنا فاروق اعظمؓ کے عہد مبارک میں فتح ہوا۔ اور اسلامی تہذیب و تمدن اور علوم و فنون کا عظیم مرکز بنا۔ موجودہ عراق کا رقبہ تقریباً پونے دو لاکھ مربع میل ہے۔ جو سندھ و بلوچستان کے مجموعی رقبہ سے کچھ ہی کم ہے۔ اور آبادی تقریباً ایک کروڑ کے لگ بھگ ہے۔

مذہب | عراق کی تقریباً پچاس٪ فیصد آبادی اہل سنت والجماعت مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ یہ سنی مسلمان زیادہ تر شمالی عراق میں بغداد سے لیکر ترکی کی سرحد تک پھیلے ہوئے ہیں۔ ریگستانی علاقہ کے تمام بدو اور خانہ بدوش۔ کردستان کے کرد۔ ترک نسل کے تمام لوگ اور شہر بغداد اور بصرہ کی بیشتر آبادی سنی ہے۔ بغداد اور بصرہ کے درمیان اضلاع کربلا۔ عمارا۔ دیوانیہ منتفق کے علاقہ ہیں۔ اثنا عشری شیعہ اکثریت میں ہیں۔ جنکی کل آبادی عراق میں بیالیس۴۲ فیصد ہے۔ اہل تشیع کا یہ دعویٰ کہ وہ عراق میں ساٹھ یا ستر فیصدی ہیں۔ درست نہیں ہے۔

اہل تشیع کے تین مزید مختصر سے فرقے شمالی عراق کے پہاڑوں میں بھی آباد ہیں۔ جو علی الہی شبک (SHABAK) اور سرلیاس (SARLIYAS) کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ علی الہی

لوگ حضرت علیؓ کو خدا مانتے ہیں۔ اور ایک رسم کے مطابق اپنے نوزائیدہ بچوں کو پہاڑ کی ڈھلوان پر رڑکا دیتے ہیں۔ اور بلند آواز کہتے ہیں کہ اگر تو علی کا بندہ ہے۔ تو زندہ رہ ورنہ مر جا۔

عراق کی سات فیصد آبادی آٹھ عیسائی فرقوں میں منقسم ہے۔ اور ایک فیصد میں یزیدی، یہودی اور بہائی شامل ہیں۔ یزیدی مذہب کے پیروکار موصل کے مغرب میں آباد ہیں۔ جو شیطان اور شیطانی قوتوں اور شر پھیلانے والے دیوتاؤں کی پوجا کرتے ہیں۔ ان کا اصل اپنا قومی نام داسنائی DASNAYI ہے۔ اور یزیدی نام شرارت سے مشہور کر دیا گیا ہے۔

عراق کو اگر نسلی طور پر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس ملک کی تقریباً ستر فیصد آبادی عرب ہے۔ اور عربی زبان بولتی ہے۔ باقی بیس فیصد آبادی کرد نسل سے تعلق رکھتی ہے۔ دو فیصد کے قریب ترک ہیں۔ اور تین فیصدی ایرانی اور لرستانی LURISTANI ہیں۔

تاریخ جدید: ۱۹۱۴ء کی پہلی جنگ عظیم کے موقعہ پر عراق خلافت عثمانیہ کا ایک حصہ تھا۔ ترکوں کی کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے برطانیہ نے ۱۹۱۵ء میں بصرہ پر قبضہ کر کے تمام شط العرب کا علاقہ جو دریائے دجلہ اور فرات کے سنگم اور دہانے کے علاقہ کو کہتے ہیں، ہتھیا لیا۔ حسین بن علی شریف مکہ نے ۱۹۱۶ء میں برطانیہ سے ساز باز کر کے ترکوں کے خلاف بغاوت کر دی۔ انگریزوں نے بصرہ کو بندرگاہ کے طور پر ترقی دی۔ اور ۱۹۱۷ء میں مزید پیش قدمی کر کے بغداد پر قبضہ کر لیا۔ اور ۱۹۱۸ء میں شمالی عراق کے شہر کرکک پر قابض ہوگئے۔ عراق کی فتح میں انگریزوں نے زیادہ تر ہندوستانی فوج استعمال کی۔ اور ایک مسلمان کو بہادری کے عوض وکٹوریہ کراس دیا گیا۔

ترکوں کی مکمل شکست کے بعد ۱۹۲۱ء میں انگریزوں نے بطور انعام شریف مکہ کے ایک فرزند امیر فیصل بن حسین کو بغداد میں تاج پوشی کے بعد عراق کا بادشاہ بنا دیا۔ کیونکہ ۱۹۲۰ء میں امیر فیصل دمشق کے تخت پر بیٹھا تھا۔ اور اپنے آپ کو تمام شام کا بادشاہ قرار دیا تھا۔ لیکن اسی سال فرانس نے دمشق پر قبضہ کرنے کے بعد امیر فیصل کو بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ ۱۹۲۲ء میں عراق نے سعودی عرب سیریا اور اردن سے اپنی حدود کا تعین کیا۔ اور انگریزوں سے ایک عہدنامہ قرار پایا جسکی رو سے برطانوی سامراج کو عراق میں کافی فوجی مراعات حاصل ہوگئیں۔ اور برطانوی فوجی چھاؤنیوں کو مزید استحکام حاصل ہوا۔ ۱۹۳۲ء میں ولایت موصل جو ابھی تک ترکوں کے کنٹرول میں تھی، لیگ آف نیشنز نے عراق کے حوالے کر دی اور ساتھ ہی عراق باقاعدہ اس بین الاقوامی ادارہ کا ممبر چن لیا گیا۔ اسی سال اہل تشیع اور سنی مسلمانوں کے اختلاف نے نہایت نازک صورت اختیار کر لی۔ ۱۹۳۳ء میں امیر

عیسائی مذہبی فرقے نے حکومت کے خلاف کھلم کھلا بغاوت کر دی جسکو دبانے کے لئے حکومت کو ان کا قتل عام کرنا پڑا۔ کئی ہزار برس پہلے ان ہی اسیریں لوگوں نے بابل کی عظیم تہذیب کو جنم دیا تھا۔ یہ بغاوت ابھی پوری طرح دبنے بھی نہ پائی تھی کہ ۱۹۳۵ء میں جنوبی عراق کے شیعہ قبائل نے بغاوت کر دی جسکو ایک سنّی جنرل بکر صدقی سپہ سالار عراقی افواج نے سختی سے کچل دیا۔ اور اکتوبر ۱۹۳۶ء میں حکومت کی باگ ڈور خود سنبھال لی۔ تاکہ پوری طاقت سے ان بغاوتوں کی سرکوبی کی جاسکے۔ جن شیعہ قبائلی سرداروں کو بغاوت کرنے کی سزا دی گئی تھی۔ وہ قبائل حکومت کے سخت خلاف ہوگئے۔ اور شیعہ سنّی فساد کی آگ فوج میں بھی بھڑک اٹھی جس کے نتیجہ میں جنرل بکر صدقی اگست ۱۹۳۷ء میں شہید کر دیے گئے۔ ۱۹۳۳ء میں امیر فیصل کے انتقال کے بعد امیر غازی بادشاہ بنا جس کا ۱۹۳۹ء میں انتقال ہوگیا۔ اور اس کا ایک بچہ چار سال کی عمر میں فیصل دوم کے نام سے بادشاہ بنایا گیا۔ اور بچے کے چچا عبداللہ کو ایجنٹ مقرر کیا گیا۔

اس بدقسمت شاہی خاندان کا حشر بہت عبرتناک ہوا۔ جولائی ۱۹۵۸ء میں فوجی افسروں نے بریگیڈیر عبدالکریم قاسم کی قیادت میں بغاوت کرکے حکومت پر قبضہ کر لیا۔ شاہ فیصل دوم شہزادہ عبداللہ اور وزیر اعظم السیّد نوری السعید قتل کر دیے گئے۔ اور ان کی لاشیں بغداد کی گلیوں میں گھسیٹی گئیں۔ کرنل عبدالسلام عارف اس فوجی بغاوت کے دوسرے اہم قائد تھے۔ اس بغاوت سے متاثر ہو کر ملا مصطفےٰ برزانی نے آزاد کردستان کے حصول کے لئے کردستان پارٹی تشکیل دی۔ جو ۱۹۴۶ء میں آزاد کردستان قائم کرنے میں ناکام ہو چکے تھے۔ لیکن ۱۹۶۱ء میں ملّا برزانی نے آزاد کردستان قائم کرنے کا اعلان کر دیا۔ اور ایرانی سرحد کے ساتھ ساتھ اپنی حکومت قائم کر لی جسکو عراقی فوج نے جلد ہی ختم کر دیا۔ لیکن ملّا برزانی ابھی تک آزاد کردستان کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں۔ عراق کا الزام ہے کہ ایران کردوں کی خفیہ طور پر ہر ممکن مدد کر رہا ہے۔ اسی سال بریگیڈیر قاسم کی حکومت نے بغداد پیکٹ سے عراق کی علیحدگی کا اعلان کر دیا۔ جو ۱۹۵۵ء میں کمیونزم کی یلغار کو روکنے کے لئے عالم وجود میں آیا تھا۔ امریکہ، برطانیہ، ترکی، ایران، عراق اور پاکستان اس کے ممبر تھے۔

۱۹۴۱ء میں ایک عیسائی مائیکل افلاق یا مشل نامی ایک شخص نے شام میں بعث سوشلسٹ پارٹی کی بنیاد رکھی تھی جسکا مقصد عربوں کی کھوئی ہوئی عظمت حاصل کرنا اور سوشلسٹ نظام قائم کرنا تھا۔ بعث پارٹی کے افکار اور پروپیگنڈے سے عراق کے نوجوان فوجی افسر بھی کافی متاثر

ہوئے۔ اور سیریا کی طرح عراق میں بھی حزب البعث العربی الاشتراکی۔ یعنی عرب بعث سوشلسٹ پارٹی قائم ہوئی جس نے شاہ فیصل دوم کی حکومت کا تختہ الٹنے میں فوج کی ہر طرح مدد کی۔

بریگیڈیر قاسم کی کچھ روز تو اپنے نائب کرنل عارف سے بنی رہی۔ لیکن آخرکار کرنل عارف کو حکومت سے علیحدہ کر دیا گیا۔ ان دونوں انقلابیوں کی ۱۹۶۳ء میں دشمنی رنگ لائی جب کہ کرنل عبدالسلام عارف نے اپنے ہمدرد فوجی افسروں کی مدد سے حکومت پر قبضہ کر لیا۔ اور قاسم کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ قاسم نے اپنی زندگی کی گڑگڑا کر عارف سے بھیک مانگی جو قبول نہ ہوئی۔ اس انقلاب کے اصل ہیرو بریگیڈیر احمد حسن البکر تھے۔ جو کٹر بعث سوشلسٹ تھے۔ ان کو عارف نے وزیر اعظم مقرر کیا۔ اور کرنل عارف خود صدر ہو گئے۔ اب ان دونوں میں بھی سخت اختلاف پیدا ہو گئے۔ کیونکہ صدر عارف جمال عبدالناصر کے نظریات کے حامل تھے اور وزیر اعظم احمد حسن البکر سیریا کی بعث سوشلسٹ قیادت کے طرف دار تھے۔ اس جھگڑے کے نتیجہ میں صدر عارف نے البکر کی بعث حکومت کو نومبر ۱۹۶۳ء میں برطرف کر دیا۔

۱۹۶۶ء میں صدر عارف ایک ہوائی حادثہ کا شکار ہو کر انتقال کر گئے۔ اور ان کی جگہ ان کے بھائی میجر جنرل عبدالرحمن محمد عارف صدر بنے۔ ۱۹۶۸ء میں ان حضرات کا بھی تختہ الٹ دیا گیا۔ اور موجودہ صدر اور سابق وزیر اعظم جنرل احمد حسن البکر برسر اقتدار آئے۔ جو گزشتہ چھ سات سال سے بڑی کامیابی کے ساتھ بغاوتوں اور سازشوں کا مردانہ وار مقابلہ کر رہے ہیں۔ مغربی مبصرین کا خیال ہے کہ یہ آئے دن جو عراق میں انقلاب آتے رہتے ہیں۔ اور بغاوتیں ہوتی رہتی ہیں۔ اور کوئی مستحکم حکومت قائم نہیں ہوتی۔ اس کی بنیادی وجہ مذہبی ہے۔ عراق کے بیشتر افراد سیاست دان، فوجی افسر مدبر اہل علم تاجر اور زمیندار سنی مسلمان ہیں۔ جو کئی صدیوں سے حکومت پر قابض چلے آ رہے ہیں۔ ترکوں کے زوال کے بعد بھی انگریزوں نے سنی طبقہ کا ساتھ دیا ہے۔ جن کے نتیجہ میں غیر سنی آبادی سیاسی استحکام کو پسند نہیں کرتی۔ اہل تشیع جو عراق کی آبادی کا ایک بڑا حصہ ہیں۔ زیادہ تر کسان اور مزدور ہیں۔ اور تعلیم بھی ان لوگوں میں بہت کم ہے۔ لیکن ان کے علماء اور مذہبی لیڈر کافی طاقتور ہیں جو عراق پر شیعہ حکومت قائم کرنے کے خواب دیکھتے رہتے ہیں۔ اور بغداد کے خلاف سازشوں میں بھی حصہ لیتے ہیں۔

آزاد کردستان کے حق میں بھی ہیں۔ اس طرح ایک خالص سنی آبادی نکل جانے سے شیعہ ایک بڑی اکثریت میں ہو جاتے ہیں۔

احمد بن البکر کی حکومت بائیں بازو کی روس نواز حکومت ہے۔ اسلام کو سرکاری مذہب بھی تسلیم کرتی ہے۔ اور احمد حسن البکر خود بھی ایک سنی خاندان کے چشم و چراغ ہیں، ان کے خلاف بھی دائیں بازو کا جنوری ۱۹۷۰ء میں ایک انقلاب برپا کیا گیا جسکی پشت پہ ایران اور امریکہ تھے، اور اہل تشیع پیش پیش تھے۔ لیکن صدر حسن البکر کی خوش قسمتی سے یہ بغاوت ناکام رہی جس کے نتیجہ میں ۴۴ باغی سولی پر لٹکا دئے گئے۔ ان میں کچھ ایرانی کچھ اثنا عشری علماء اور ایک پاکستانی شیعہ تاجر جلیل بھائی گوگل شامل تھے۔ اس بغاوت کے بعد عراق کے تعلقات ایران سے مزید بگڑ گئے۔ اور اکثر ایرانی باشندے عراق سے نکال دئے گئے۔ اسی سال ایرمارشل ہردان تکریتی جو معزول ہونے کے بعد کویت بھاگ گئے تھے، قتل کر دئے گئے جو عراق میں انقلاب لانے کی تدبیر لڑا رہے تھے۔ یکم جولائی ۱۹۷۳ء کو عراق میں ایک اور بغاوت ہوئی جس کا سرغنہ اندرونی سیکورٹی کا افسر اعلیٰ ناظم کازار نامی ایک شخص تھا۔ اس بغاوت میں وزیر دفاع عراق جنرل حماد شہاب قتل کر دئے گئے اور وزیر داخلہ سعدان گرفتار کر لئے گئے۔ لیکن نائب صدر عراق صدام تکریتی کی بروقت کاروائی سے بغاوت کو کچل دیا گیا۔ اور صدر حسن البکر قتل ہونے سے بال بال بچ گئے۔ ناظم کازار ایران کیطرف بھاگتا ہوا مارا گیا۔ اس بغاوت میں بھی ایران اور اثنا عشری علماء کا ہاتھ تھا۔ حال ہی میں جو پانچ اثنا عشری علماء کو عراق میں پھانسی دی گئی ہے۔ وہ اس ہی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ ان سزاؤں کے خلاف ایرانی اثنا عشری علماء نے کافی احتجاج کیا۔ اور شاہ ایران سے مداخلت کی اپیل کی جس پر شاہ ایران نے اعلان کیا کہ دنیا میں جہاں کہیں بھی شیعہ آباد ہیں، ان کی مدد کرنا ہماری پالیسی میں شامل ہے۔ (دیکھئے پاکستان ٹائمز مورخہ ۳ دسمبر ۱۹۷۴ء) اسی سال اسلام آباد کے عراقی سفارت خانہ میں ایک کثیر مقدار اسلحہ کی پکڑی گئی جس کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ یہ ایرانی بلوچستان کی آزادی کی جنگ لڑنے والوں کو مہیا کرنے کے لئے جمع کیا گیا تھا۔

ایران اور عراق کے اختلاف کی ایک بنیادی وجہ شط العرب کا جھگڑا بھی ہے۔ کیونکہ عراق کو ہمیشہ سے یہ بات بہت چبھتی ہے کہ اس کے پاس ساحل سمندر نہ ہونے کے برابر ہے۔ اور اس کی واحد بندرگاہ بصرہ میں پہنچنے کے لئے جہازوں کو بیس میل دریائی راستہ عبور کرنا پڑتا ہے۔ اور ایرانی سرحد اس دریائی راستہ کے ساتھ ساتھ چلتی ہے۔ اور یہ راستہ ایران کے رحم و کرم پر ہے۔ وہ جب چاہے یہ راستہ بند کر کے عراقی معیشت کو مفلوج کر سکتا ہے۔ لہذا عراق کا

مطالبہ ہے۔ کہ دجلہ و فرات کی اس آبی گذرگاہ کی دونوں جانب عراق کا کنٹرول ہونا چاہئے۔ لیکن ایران یہ دعویٰ تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ یہ یاد رہے کہ دجلہ و فرات کے سنگم سے لیکر خلیج فارس تک کا علاقہ شط العرب کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

عراق کا دوسرا سب سے بڑا مسئلہ کردستان ہے۔ کردستان کی علیحدگی کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوگا۔ کہ عراق کے ہاتھ سے موصل کے تیل کے کنوئیں نکل جائیں گے۔ اور عراق کی معیشت تباہ ہوکر رہ جائے گی۔ دوسرا نقصان یہ ہوگا کہ عراق میں سنی مسلمان آبادی نصف گھٹ جائے گی۔ امید ہے کہ ملا مصطفےٰ برزانی کی موت کے بعد آزاد کردستان کی تحریک بھی ختم ہو جائے گی۔ کیونکہ ملا برزانی کی اپنی اولاد اس تحریک کے حق میں نہیں ہے۔ دوسرے یہ تحریک صرف ایران کی مدد سے جاری و ساری ہے۔ ورنہ کرد قوم کا بیشتر حصہ جو ترکی اور ایران میں رہتا ہے۔ اس تحریک میں کوئی خاص دلچسپی نہیں رکھتا۔ اہل عراق کے لئے اہل تشیع کی آئے دن کی بغاوتیں بھی کافی پریشان کن ہیں جس کا حکومت نے یہ علاج سوچا ہے۔ کہ اثناعشری طلباء کو غیر مذہبی اور سیکولر تعلیم دی جارہی ہے۔ جس سے خاطر خواہ کامیابی ہوتی ہے۔ اور ان کے دماغوں سے رفض اور مذہبی نفرت کافی حد تک کم ہوگئی ہے۔ یہاں تک کہ ان نوجوان طلباء نے زیارت کے لئے کربلا اور نجف بھی جانا ترک کر دیا ہے۔

عراق کے ان تمام مسائل کا واحد حل یہ ہے۔ کہ وہ ایک عظیم تر عرب مملکت کا حصہ بن جائے جس میں زیادہ سے زیادہ عرب ممالک شامل ہوں۔ اس طرح ان آئے دن کی بغاوتوں کا قلع قمع ہوسکتا ہے۔ کیونکہ پھر آبادی کے تناسب سے باغی عناصر اتنے طاقتور نہ رہیں گے۔ کہ بار بار ملک کا امن و سکون تباہ کر سکیں۔ یہ جب ہی ممکن ہو سکتا ہے۔ کہ عرب اسلام کو اپنے اتحاد کا ذریعہ بنائیں۔ نہ کہ عرب قومیت کو۔

دیانتداری اور خدمت ہمارا شعار ہے

ہم اپنے ہزاروں کرم فرماؤں کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے

پستول مارکہ آٹا استعمال کر کے ہماری حوصلہ افزائی کی۔

نوشہرہ فلور ملز ـــــ جی ٹی روڈ ـــــ نوشہرہ